مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح کی صحت بدستور ہے۔ ریزش کی شکایت باقی ہے۔ آجکل حضور بعد از ظہر سیر کو تشریف لیجاتے ہیں (۲) صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب آیتوار ۷ فروری کو مسئلہ کفر و اسلام پر ایک لیسیط لکچر دینگے (۳) ۵ فروری خطبۂ جمعہ مولوی سرور شاہ صاحب نے پڑھا۔ (۴) نواب محمد علیخان صاحب آجکل دفاتر کے نظم ونسق میں اپنے قیمتی وقت کا بہت سا حصہ دے رہے ہیں (۵) پچھلے خطبۂ جمعہ پر ابھی نظر ثانی نہیں ہوئی اس لئے چھپ نہیں سکا۔ (۶) احمدیہ ٹورنمینٹ ۳ فروری سے ملتوی کر دیا گیا۔ (۷) ۳ فروری شام سے ۴ فروری شام تک بارش ہوتی رہی (۸) ترجمہ اردو انگریزی کے طبع کا انتظام ہو رہا ہے۔ عربی کاپیاں لکھی جا رہی ہیں ۔

اخبار احمدیہ

(۱) برادر محمد ابراہیم صاحب سٹریری اسسٹنٹ اور محمد الدین صاحب سب اسسٹنٹ سرجن میدانِ جنگ سے اپنے اور برٹش گورنمنٹ کے حق میں دعا کے لئے عرض کرتے ہیں (۲) شیخ محمد شفیع صاحب لدھیانوی رسالہ القول الفصل پڑھکر لکھتے ہیں کہ خواجہ صاحب کو چاہیئے کہ یا تو اب توبہ کر کے مبایعین میں شامل ہو جائیں ورنہ پھر احمدیت کو خیرباد کہدیں مجھے تو اب یقین کامل ہو گیا ہے کہ مصلح موعود سیدنا محمود ہی کی ذات مبارک ہے (۳) شیخ غلام احمد صاحب لکھتے ہیں سرہند میں تین وعظ ہوئے ہر فرقے کے مسلمان اور ہندو بھی جمع تھے۔ ایک ہندو یوں اُٹھا استبداد مذہب تو یہی ہے اسکے علاوہ وہاں انجمن وغیرہ کا بندوبست کیا ۔ (۴) برادر محمد حسین صاحب نگوں سے لکھتے ہیں کہ انھوں نے ایک پادریوں کے جلسہ میں نہایت جرأت سے مسیح کی زندگی از روئے اناجیل دکھا کر لوگوں کو سلسلہ کیطرف متوجہ کیا۔ (۵) منشی دوست محمد صاحب حجانہ نے درخواست کی ہے کہ جامپور کے جلسہ میں واعظوں کو بھیجا جائے حضرت خلیفۃ ثانی نے منظور فرما لیا ہے۔ (۶) برادر محمد امین صاحب ساکن لاہور تحصیل صوابی نے اپنی از حد مظلومی کے حالات بھیجے ہیں مخالفین ان کو کافر قرار دیکر انکی بیوی کا نکاح فسخ بتاتے ہیں خدا ان مکفروں کو ہدایت دے اور وہ حقیقی اسلام کو پہچانیں۔ (۷) مولوی رحمت اللہ صاحب ہزاروی نیری (گورداسپور) سے ۹ مبایعین کی فہرست بھیجتے ہیں۔ اس نواح میں طاعون کی شکایت ہے ۔ (۸) مولوی حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی جہلم میں ہیں درس و تدریس اور کاروبار تبلیغ میں مصروف (۹) برادر خدا بخش احمدی ادرحمہ (شاہ پور) سے لکھتے ہیں کہ حضرت خلیفہ ثانی کی دعا سے چیف کورٹ سے ہمارے حق میں فیصلہ ہوا (۱۰) میاں اسمٰعیل صاحب احمدی بھڈال (سیالکوٹ) میں ہر روز

(باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپ کر شائع ہوا)

جنگِ یورپ

نہر سویز کے بند ہونے کی افواہ۔ لنڈن ۲ فروری۔ نہر سویز کی بندش کی افواہ کی کمپنی متعلقہ کیطرف سے تردید کی گئی ہے۔ کمپنی مذکورہ کا بیان ہے کہ جہازوں کی آمد ورفت حسب معمول جاری ہے ✣

دریائے دجلہ پر جنگ۔ ۳۰ جنوری کو علی الصباح مزیعہ کے برطانوی کیمپ پر جو دریائے دجلہ کے دائیں کنارے پر واقع ہے ۲۰۰۰ ترکوں نے حملہ کیا مگر پسپا کئے گئے۔ اور انکے ۲۰ آدمی ہلاک اور ۴۰ گرفتار ہوئے۔ اسکے بعد ہم نے دو احاطوں پر جن سے دشمن آڑ کا کام لے رہا تھا۔ قبضہ کرکے انکی چار دیواری کو تباہ کردیا۔ ہماری طرف ایک برطانوی افسر ہلاک اور چھ آدمی زخمی ہوئے ✣

ڈاک کے جہاز آبدوز کشتیوں سے بچکر نکل گئے۔ لنڈن یکم فروری۔ ڈاک کا جہاز گرفنگ جو بلفاسٹ (آئرلینڈ) سے لورپول کو آرہا تھا پوری رفتار کے ساتھ چلکر آبدوز کشتیوں کی زد سے بچکر نکل گیا۔ اس کے بعد انھوں نے ایک فسل والے جہاز کو مصیبت میں گرفتار دیکھا جو دفعۃً الٹ کر غرق ہوگیا ✣

ہیور (فرانس) جہاز لکاریا (جو لابلاٹا سے آرہا تھا) بیخبری میں چل رہا تھا جبکہ اس کے سطح آب کے نچلے حصہ میں دھماکہ ہوا۔ جہاز فوراً غرق ہونے لگا۔ فرانس کی تباہ کن کشتیاں فوراً مدد کو آپہنچیں اور دو کشتیاں جہاز کو بندرگاہ میں لے آئیں ✣

جرمنوں نے سرنے خالی کردیا۔ لنڈن ۳ فروری۔ جرمنوں نے الساس میں مقام سرنے کو خالی کردیا ہے ✣

ڈنکرک پر اور گولے پھینکے گئے۔ لنڈن ۳ فروری۔ جرمن ہوا بازوں نے اتوار کی شب کو ڈنکرک پر اور گولے گرائے۔ متحدہ سپاہ کی توپیں دو گھنٹہ تک ان پر آتشبازی کرتی رہیں ✣

جرمنوں کے ہولناک نقصانات۔ لنڈن یکم فروری گذشتہ ایک دو روز میں جرمنوں کو شمالی فرانس میں ہولناک نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ سفری شفاخانہ کی ۱۲ ٹرینیں جنہیں شدید مجروح سوار تھے صرف منگل کے روز ایلا شپیل میں ہو کر گزریں ✣

پولینڈ اور گلیشیہ کی معرکہ آرائیاں۔ لنڈن ۳ فروری یکم فروری کو جرمنوں نے بوچی موف کے شمال میں حملہ کیا مگر شدید نقصان کے ساتھ پسپا کئے گئے۔ موضع کومین کے جنوب میں نہایت خونریز جنگ وقوع میں آئی۔ پلیزا کے جنوب میں ۳۱ جنوری کو جو خندقیں ہمارے ہاتھ سے نکل گئی تھیں ہم نے ان پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔ دریائے ڈونیز پر جرمنوں نے نہایت شدت سے آتشبازی کی۔ مگر ان کو آگے بڑھنے میں ناکامی ہوئی ✣

کوہستان کارپیتھین میں ۳۱ جنوری اور یکم فروری کو درہ دُوکلا میں لڑائی جاری رہی اور روسی برنے درے کو عبور کرگئے۔ اور معمولی اور ہاؤیتزر توپیں اور بہت سی قیدی انکے ہاتھ آئے۔ روسیوں نے درہ اچوک کے جنوب مشرق میں ایک حملے کو پسپا کیا جسمیں جرمنوں کو شدید نقصان اٹھانا پڑا ✣

تجارت پر لڑائی۔ لنڈن یکم فروری۔ جرمنی کی آبدوز کشتیوں کی بابت عام طور پر مشہور ہے کہ وہ ۲ ہزار میل کا چکر لگاسکتی ہیں جو زیبروگ (بلجیم) سے فلیٹ ووڈ تک (جو لورپول سے تھوڑے فاصلہ پر انگلستان کی بندرگاہ ہے) واقع ہے۔ اس سے لامحالا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ان آبدوز کشتیوں کو سمندر میں کسی جہاز یا بندرگاہ سے مدد پہنچتی ہے ✣

جرمنی میں خوراک کی قلت۔ یکم فروری سے برلن کے ہر باشندے کو زیادہ سے زیادہ دو کیلوگرام (کیلوگرام ایک سیر) روٹی اور آٹا استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ جو لوگ دیگر اقسام کی خوراک خرید سکتے ہیں ان سے درخواست ہے کہ اسے کم مقدار میں استعمال کریں ✣

امریکہ میں ڈائنا میٹ سے پل اُڑا دیا گیا۔ نیویارک ۲ فروری۔ ڈائنامیٹ کے ایک حملہ سے جو ایک اہم ریلوے لائن کے پل پر کیا گیا۔ نہایت دہشت پھیل گئی ہے یہ پل دریائے سینٹ کروکس پر ریاست مین کی سرحد کے قریب اس سڑک پر واقع ہے جو مونٹریال سے سینٹ جاتر (واقع نیویرک تروک) کو جاتی ہے۔ ایک آدمی جو اپنے آپ کو جرمن افسر بتلاتا ہے امریکن علاقہ میں شبہ پر گرفتار کیا گیا ہے ✣

تبریز کے نواح میں شدید جنگ۔ سفیان کی لڑائی کے بعد ترک شدید نقصان اُٹھاکر تبریز کیطرف بھاگ گئے اور روسی وہاں ہفتہ کے روز دوپہر کے وقت داخل ہو گئے ✣

لنڈن ۲ فروری۔ انگلستان اور آئرلینڈ کے درمیان بعض تجارتی جہازوں کی آمد رفت بند ہوگئی ہے۔ مگر لورپول میں چنداں خطرہ محسوس نہیں کیا گیا ✣

زپلین جہازوں کے حملہ کی افواہ۔ لنڈن یکم فروری۔ اطلاع پہنچی کہ آج شب کو غنیم کے ہوائی جہاز انگلستان کے جنوب مشرقی ساحل پر نمودار ہوئے مگر ساحلی قلعوں نے انھیں آتشبازی کے زور سے رود بار سے اس پار بھگا دیا ✣

۳ فروری۔ ساحلی باٹریاں آتشبازی کرتی رہیں اور برقی روشنیاں بھی اپنے کام میں مصروف رہیں مگر غنیم کا کوئی ہوائی جہاز نمودار نہ ہوا ✣

پیرس ۲ فروری۔ آج صبح غنیم نے لاباسی کی سڑک کے شمال میں ہماری خندقوں پر شدید حملہ کیا۔ مگر بہت سی لاشیں چھوڑ کر پسپا ہوا ✣

ہندوستان کی خبریں

چلتی ٹرین میں چوری۔ میسور اور بنگلور کے درمیان چلتی ٹرین میں سے ایک کیش بکس کو جسمیں ریل کا سرکاری روپیہ بند تھا توڑ کر آٹھ ہزار روپیہ نکال لیا گیا تھا اسکے مجرموں کا ہنوز کچھ پتہ نہ لگنے پایا تھا کہ لائن پر چلتی گاڑی میں سے آہنی صندوق کو توڑ کر ۳۰۳۷ روپیہ کے نوٹ اور نقد روپیہ نکال لیا گیا ✣

آتشبار اسلحہ سے ڈاکوؤں کی امداد۔ برہما کے ضلع ٹیکسی انسکین میں ڈی اے ولیمز نامی ایک اینگلو انڈین کو اس جرم کی پاداش میں ۵ سال قید بامشقت کی سزا ہوئی کہ اُس نے اپنی بندوقیں ڈاکوؤں کو مستعار دی تھیں ✣

والیان ریاست کیطرف سے جنگی امداد۔ دھار۔ بروانی علی راجپور اور جیوا کے والیان ریاست نے گورنمنٹ ہند کی خدمت میں چھ موٹر ایمبولینسوں کی نذر جنگی خدمات کے متعلق پیش کی ✣

ریاست حیدر آباد میں چرٹ پینے کی ممانعت۔ ریاست حیدر آباد نے یہ نہایت مفید اور قابل قدر اصلاح رائج کی ہے کہ آیندہ ۱۶ سال سے کم عمر کا کوئی لڑکا چرٹ سگار یا کسی اور صورت میں تمبا کو استعمال نہ کرنے پائے ✣

علیگڑھ کالج میں چوری۔ اخبار عام لکھتا ہے کہ علیگڈھ کالج یونیورسٹی اوفس سے چور لوہے کا صندوق کھود کرلے گئے۔ چار سو روپیہ نقد اور قیمتی دستاویزات کا نقصان ہوگیا ہے ✣

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
قادیان دارالامان مورخہ ۷ فروری ۱۹۱۵ء

مصر پر ترکی حملہ

آسمان و زمین پر جو تغیرات آتے ہیں واقعات عالم میں جو تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں اور بر و بحر پر جو عجائبات قدرت ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ ان سب میں اللہ تعالیٰ نے غور کرنے والی آنکھ اور سوچنے والے قلب کیلئے نشانات رکھے ہیں۔ پس اگر دیگر کی تازہ برقی خبروں سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصر پر جس ترکی حملہ کا خدشہ تھا اسکا ایک گونہ آغاز ہو گیا ہے اور جرمن و ترک اپنی محبوب ترین تجویز کو خیال سے وجود میں لانے کی عملی کوشش کر رہے ہیں تو ہم خیال کرتے ہیں کہ فراعنہ کی قدیم سرزمین کی طرف دنیا کو متوجہ کرنے سے اللہ تعالیٰ بھولی ہوئی باتوں کو یاد دلا کر مادہ پرست دنیا کو اپنی طرف بلانا چاہتا ہے اس منشاء الٰہی کو مدنظر رکھکر ہم بھی آج اس حملہ پر رائے زنی کرتے ہیں بعض سیاست دان اصحاب کا خیال تھا کہ ترکی حملہ محض ایک دھمکی ہے اور ترک اس قابل نہیں کہ اس قدر لمبے صحرا کو عبور کر کے نہر سویز پر حملہ کر سکیں چنانچہ حال ہی میں ہز ہائینس آغا خان نے مصر سے واپس آکر ٹائمز آف انڈیا کے نامہ نگار سے فرمایا تھا۔ "میرا خیال ہے کہ ترکوں کا مصر پر حملہ آور ہونا ناممکن ہے یہ ایک مجنونانہ حرکت ہوگی مجھے تو امید ہے کہ ایسا حملہ کبھی وقوع میں نہ آئیگا البتہ اس حملے کی دھمکی سے ترکی جنگی پارٹی کے جرمن مشیروں کو اسقدر فائدہ ضرور ہوگا کہ برطانیہ کے لشکر کا ایک معتدبہ حصہ مشرق میں موجود رکھنا پڑیگا اور اس طرح مغربی رزمگاہ کی برطانوی افواج کی تعداد پر اثر پڑیگا۔" مگر جس طرح ہز ہائینس آغا خان نے ترکی حملہ کو ناممکن اور دیوانگی بتایا تھا۔ اس سے بڑھکر زوردار الفاظ میں حملہ آور گروہ اپنے منصوبوں اور ارادوں کا ذکر کرتا رہا ہے چنانچہ معزول خدیو مصر عباس علی پاشا نے ایک جرمن اخبار کے قائمقام سے مصری حملہ کی نسبت کہا تھا۔ "ایک زبردست فوج مصر پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو رہی ہے۔ مجھکو اس لشکر کی کامیابی میں ایک لمحہ کے لئے بھی شک و شبہ نہیں اور اس سے کچھ کم شبہ مجھے اس پرجوش استقبال کا بھی نہیں ہے جو رعایا کے ہر طبقہ کے لوگ شاہی فوج کا کرینگے میں عثمانی فوج کے ہمراہ مصر کی جانب کوچ کرنیکی تیاری کر رہا ہوں اور خدا کی مدد سے مجھکو اس تجویز میں جلد کامیابی کے حصول کی توقع ہے۔"

اب اگر ان ہر دو مختلف المضمون بیانات کے ساتھ مارننگ پوسٹ کی مندرجہ ذیل سطور کو ملا کر پڑھا جائے۔

"ترکوں اور جرمنوں کا مرغوب ترین خیال یہ ہے کہ شام سے مصر پر حملہ کیا جائے اس خیال کا وجود میں آنا کسی طرح بھی ناممکن نہیں ہو سکتا کیونکہ قبل ازیں ایسے حملے ہو چکے ہیں جب مصر خود مختار حکومت رکھتا تھا تو شامیوں اور مصریوں میں باہمی جنگ و جدل رہتا تھا اور دونوں ملک ایکدوسرے پر حملہ آور رہتے تھے" اسکے بعد سکندر اعظم اور پھر عربوں نے مصر پر حملے کئے اور پھر ان سطور پر سول اینڈ ملٹری گزٹ کی نیچے دی ہوئی عبارت کا اضافہ کیا جاوے۔

"معلوم ہوتا ہے ترکوں نے [illegible] چوکیوں کی ایک قطار قائم کر لی ہے کہ جنکا فاصلہ نہر سویز سے کم از کم دس اور زیادہ سے زیادہ ۵۰ میل ہے۔ اس قطار کا ایک سرا ساحل بحیرہ روم کے قریب مقام قاطیہ پر ہے اور دوسرا خلیج سویز کے عین منہ پر بحیرہ قلزم کے ۳۰ میل [illegible] میں بھی ایک ترکی چوکی ہے اور یہ آخری مقام جزیرہ نمائے سینا کی جنوبی حد سے ۵۰ میل کے فاصلہ پر ہے"

تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ترک مصر پر حملہ کرنے کے خیال کو عمل میں لا رہے ہیں اور قسطنطنیہ کے آخری احکام کی کہ جس طرح ہو مصر پر فوراً حملہ کیا جائے۔ تعمیل کیجا رہی ہے کہا جاتا ہے کہ اس حملہ کو ترکی جرمنی حلقوں میں خاص اہمیت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور اسکی کامیابی پر بہت سے جرمن منصوبوں کی تکمیل کا وقوع میں آنا مقصود ہے اسی لئے ترکی جنگی پارٹی کا سردار جرمن خونیں سیاست کا ترکی قائمقام انور پاشا بذات خود ترکی فوج کے ہمراہ ہے اور اسکے ساتھ محمود مختار پاشا سفیر متعینہ برلن اور عباس حلمی پاشا معزول خدیو مصر بھی ہیں فوج کا سپہ سالار جمال پاشا ہے اور انور پاشا سابق وزیر بحریہ ہے اور یہ سب لوگ اس قسم کے ہیں جنکو کسی نہ کسی وجہ سے انگلستان سے کینہ و عداوت ہے اور اس حملہ سے انکی غرض بالفاظ معزول خدیو مصر صرف یہ ہے کہ "انگریزوں کے عارضی قبضہ (مصر) کا خاتمہ کر دیا جائے اور وہی حالت از سر نو پیدا کر دی جائے جو ۱۸۸۲ء سے پیشتر تھی۔"

پس یہ سمجھنا چاہیئے کہ ترک اپنے منصوبوں پر قائم اور مصر پر حملہ کرنیکا عزم بالجزم کر چکے ہیں اور کبھی نہ کبھی [illegible] جنگ کی خبر آجکل ہی آیا چاہتی ہے۔ ترکی چوکیوں کی قطار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تمام اہم رستوں کی طرف سے ترکی لشکر کوچ کر رہا ہے اور انکا ارادہ ہے کہ نہر سویز کے کسی ایک مقام پر پہنچکر اسے بند کر دیا جائے۔ لیکن اس منصوبہ کا عمل میں آنا ایک اہم کام اور صعب ترین مشکل ہے نہر سویز کے استحکام انگریزی و ہندوستانی افواج کی موجودگی اور برٹش جنگی جہازوں کے [illegible] وجود کو اگر ایک آن کے لیے نظر انداز بھی کر دیا جائے تو نہر سویز بجائے خود ایک بحری جنگی رکاوٹ ہے یہ ۲۶ فٹ گہری اور ۵۰ گز چوڑی ہے اور کشتیوں اور پل بنانے کے بغیر اسکا عبور کرنا محال ہے نہر کا کل طول قریباً ایک سو میل ہے اور اسمعیلیہ سے لیکر دونوں طرف نہر کے ساتھ ساتھ ریلوے لائن ہے جسکے ذریعہ انگریزی فوج باآسانی تمام ضرورت کے مقام پر پہنچ سکتی ہے اور ترک یقیناً ان تمام حالات سے ناواقف ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ ترکی امیدوں کا انحصار اسقدر فوجی کامیابی پر نہیں جسقدر کہ مصری افسروں اور رعایا کے خیالات پر ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ اب ترکی امیدیں کامیابی کا تاج نہیں پہن سکتیں کیونکہ مصری افسر اور مصر کا جدید سلطان اپنی بہتری کو خوب سمجھتے ہیں مصری افسروں کی نسبت اگر عباس حلمی پاشا اور اسکے مشیروں کو یہ گمان ہو کہ جس طرح "دس سال ہوئے واقعہ عقبہ کے متعلق مصری فوجوں کو ترکی سلطنت سے اپنی وفاداری ظاہر کرنیکا موقعہ ملا تھا تو مصری افسروں نے بالاتفاق ظاہر کر دیا تھا کہ ہم اپنے آقا کے مقابل کبھی نہ بڑھینگے۔ اسی طرح اب بھی وہ ترکی فوجوں کا پرجوش استقبال کرنے پر آمادہ ہونگے تو یاد رہے کہ واقعات اس گمان کی تردید کرتے ہیں۔ مصر اب ترکی صوبہ ہے سلطان خود اسے آزاد کر چکے ہیں انگلستان اسپر نئے سلطان کا تقرر کر کے حکومت اختیاری کا وعدہ دے چکا ہے اور محافظ سلطنت کی حیثیت سے مصر میں مقیم ہے پس مصری افسر اب ترکی فوج کا استقبال کریں تو اپنے سلطان اور محافظ حکومت سے غداری کرینگے اور وہ اس بات کو خوب سمجھتے ہیں۔ چنانچہ پاونیر کے خاص نامہ نگار مصر نے جو واقعہ مصری افسروں کے متعلق لکھا ہے وہ ہمارے اس قیاس کا مؤید ہے وہ لکھتا ہے کہ المز عبد اللہ نام ایک ترکی جاسوس جو پہلے مصر اور طرابلس میں رہ چکا تھا جدہ ہوکر پورٹ سوڈان پہنچا اور فقیر کا بھیس بدلکر مصری افسروں سے ملاقی ہوا اور انکو حکومت انگلشیہ کے خلاف اکسانا چاہا مگر افسروں نے اپنے اعلیٰ مصری افسر کو اطلاع کر دی اور جاسوس گرفتار ہو کر پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔ پس مصری افسروں کا رویہ تو اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے اور وہ اپنے جدید سلطان کی اطاعت کا حلف بھی اٹھا چکے ہیں۔

باقی رہا سلطان حسین کامل کا طرز عمل تو وہ ایک سے زیادہ مرتبہ اپنے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں۔ ایک موقعہ پر بدوی شیوخ کو باریابی کا موقعہ دیتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ "اگر مصر میں رہنا اور امن و امان کی زندگی بسر کرنا پسند ہو تو

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ

تصدیق المسیح

کیا مرزا صاحب نے زمین و آسمان بنایا

نمبر ۲

تیسرا جواب - مسیح موعود کا دعوےٰ نبی ہونے کا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کسی اور نبی کے لئے بھی اس قسم کے الفاظ آئے ہیں یا نہیں۔ اگر آئے ہیں۔ اور آئے بھی نبیوں کے سردار محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں تو پھر ان الفاظ کی بنا پر کفر کا فتوےٰ نہیں ہونا چاہیئے۔ چنانچہ دیکھو ارشاد ہوتا ہے وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ اور یہ (محمد مصطفےٰ) خواہش نفسانی سے نہیں بولتا۔ بلکہ وحی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے۔ اور فرمایا۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم۔ جو تیری بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے۔ ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ (یہ تو نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا) اور پھر یہ آیت کہ قل یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم۔ کہدے اے محمد مصطفےٰ۔ ان لوگوں کو اے میرے بندو! اب کیا ان آیات کی بنا پر یہ کہنا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائی کا دعوےٰ کیا۔ ہرگز نہیں۔ پس جب اور بہت سے محکمات اس بارے میں موجود ہیں کہ حضرت مرزا صاحب اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کا ایک بندہ سمجھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کو زمین و آسمان کا خالق۔ دیکھو الوصیتہ۔ خدا تم سے کیا چاہتا ہے۔ بس یہی کہ تم اس کے ہو جاؤ۔ اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو۔ نہ آسمان میں نہ زمین میں (صفحہ ۱۱) اور ان لوگوں کا جو آپ کے مرید ہیں ان کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ تو اب کسی کا کیا حق ہے کہ آپ کو خالق ارض و سموات ہونے کا مدعی ٹھہرائے۔

چوتھا جواب - خود اس کشف کی مندرجہ عبارات میں اس امر کی شہادت بلکہ بہت سی شہادتیں موجود ہیں کہ آپ زمین و آسمان کے خالق ہونے کے مدعی نہیں۔ یہ کشف آئینہ کمالات اسلام میں بھی درج ہے۔ اس میں آپ نے لکھا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی روح مجھ پر محیط ہو گئی × × × × × × یہاں تک کہ میرا کوئی ذرہ بھی باقی نہ رہا × × × × × ۔ سلطان جبروت نے میرے نفس کو پیس ڈالا۔ سو نہ تو میں ہی رہا۔ اور نہ میری کوئی تمنا ہی باقی رہی × × × × × مجھ میں اور میرے نفس میں جدائی ڈال دی گئی × × × میں بالکل اپنے آپ سے کھویا گیا × × × × × میں اپنے سارے وجود سے معدوم اور اپنی ہویت سے قطعاً نکل چکا ہوں × × × × اور اس حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔"

اب سوچنا چاہیئے کہ ایسی حالت میں حضرت اقدس کا کیا دخل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ آپ نے خود ہی فرمایا ہے۔ اور اس کشف کے لکھنے سے پہلے کھول کر بتایا ہے۔ کہ

"اسمیں کیا شک ہے کہ جب کوئی انسان سے محبت کرے یا خدا سے۔ تو جب وہ محبت کمال کو پہنچتی ہے تو محب کو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی روح اور اس کے محبوب کی روح ایک ہی ہو گئی۔ اور فنا نظری کے مقام میں بسا اوقات وہ اپنے تئیں محبوب سے ایک ہی دیکھتا ہے۔ جیسا کہ اس عاجز کو اپنے الہامات میں مخاطب کر کے فرماتا ہے" (کتاب البریہ صفحہ ۵)

پس اس عبارت کے ہوتے پھر بھی آپ کو خدائی کا مدعی قرار دینا ایک ظلم بلکہ بے ایمانی کی بات ہے۔

پھر اسی پر بس نہیں۔ بلکہ آپ نے اس کشف کی تعبیر بھی لکھی ہے۔ اول آئینہ کمالات اسلام میں جس کا ترجمہ ذیل میں درج ہے:-

"سو اس کشف کے بارے میں اللہ نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ خلق جو میں نے دیکھی یہ اشارہ ہے تائیدات سماویہ و ارضیہ کی طرف۔ گویا فرماتا ہے۔ کہ اسباب مقصد کے مطابق بنا دوں گا۔ اور ہر ایک فطرۃ کو بنایا۔ جو پاکوں اور صالحوں سے لحوق کی استعداد رکھتی ہے۔ اور میرے دل میں ڈالا کہ اللہ ہر فطرت صالح کو آسمان سے پکارتا ہے کہ تیار ہو جا۔ اور میرے بندے کی نصرت کرو۔"

پھر مزید تشریح کے طور پر فرمایا۔

"ہم اس واقعہ سے یہ مراد نہیں لیتے۔ جو وحدت وجودی لیتے ہیں اور نہ ہم خدا کے حلول کر جانے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ بلکہ یہ واقعہ اس حدیث بخاری کے مطابق ہے۔ جو عباد الصالحین کے مرتبہ قرب بالنوافل کے بارے میں آیا ہے۔ الخ۔"

پس میں نہیں خیال کرتا کہ اس تشریح کی موجودگی میں کوئی شخص خدا ترسی سے کام لیکر پھر اعتراض کر سکتا ہے۔ اور اس کشف کی بنا پر ہمارے عقائد کو عقائد اسلام کے خلاف بنا سکتا ہے۔

کلام محمود

حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا عارفانہ کلام ہے۔ سبحان اللہ اپنے اندر کشش مقناطیس سے بڑھ کر اثر رکھتا ہے۔ کیوں نہ ہو وہ اشعار جو ایک درد بھرے دل سے نکلیں انہیں جو رقت و سوز ہوتا ہے وہ ہرگز ہرگز بناوٹ میں نہیں اور پھر وہ اشعار جو اپنے مولیٰ کی اُلفت و محبت میں لکھے جاویں۔ ان کا اثر جادو سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے حضرت مسیح موعود کے فراق میں اور قوم کی حالت زار کے متعلق جو اشعار لکھے ہیں وہ پڑھنے سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ ناظرین ایک نسخہ منگوا کر ملاحظہ فرما دیں۔ کاغذ لکھائی۔ چھپائی۔ سب کچھ عمدہ ہے۔ قیمت صرف چار آنے (۴) علاوہ محصولڈاک

دفتر اخبار الفضل قادیان سے طلب فرما دیں

امام الزمان

حضرت مسیح موعود و مُرسل یزدانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصانیف لطیف اور سلسلہ احمدیہ کے بزرگوں کی کتب محمد یمین احمدی تاجر کتب قادیان سے مل سکتی ہیں۔

درس قرآن شریف کے نوٹ

حضرت مولانا نور الدین خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف کے نوٹ آپ کو چار روپے میں دفتر الفضل سے ملسکتے ہیں۔ حجم ۳۰۲ صفحے - (مینجر)

ہستی باریتعالیٰ

نمبر ۵

ساتویں دلیل ساتویں دلیل اللہ تعالیٰ نے اپنی ہستی کے منوانے کے لئے قرآن مجید میں یہ بیان فرمائی ہے کہ میں یہ کتاب یعنی قرآن مجید نازل کرتا ہوں۔ اور یہ کتاب کیا بلحاظ فصاحت و بلاغت اور کیا بلحاظ اپنی معنوی خوبیوں کے ایسی بے مثل ہے کہ اس کی نظیر کوئی نہیں بنا سکتا اور اگر کسی میں طاقت ہے تو وہ آزما دیکھے۔ پھر زور دے کر فرمایا کہ اگر دنیا کے جن وانس اگلے اور پچھلے عالم اور جاہل مل کر بھی اس پایہ کی کتاب بنانا چاہیں تو بھی نہیں بنا سکتے۔ اور یہ بات دلیل ہے اس امر کی کہ یہ کتاب کسی انسان کی نہیں۔ کیونکہ اگر کسی انسان کی تصنیف ہوتی۔ تو اور بہت سے انسان ایسی تصنیف کر سکتے لیکن جب کوئی شخص خواہ کتنا ہی بڑا عالم ہو۔ اس کی مثل لانے پر قادر نہیں۔ اس لئے نتیجہ یہ نکلا کہ یہ انسانی فعل نہیں بلکہ کسی ورآء الوراء ہستی کا ہے۔ جو تمام انسانوں سے زیادہ قادر اور علیم و حکیم ہے۔ اور اسی کو دوسرے لفظوں میں مسلمان خدا کہتے ہیں۔ غرض قرآن کا بے مثل ہونا اللہ تعالےٰ کی ہستی کا ایک بڑا زبردست ثبوت ہے ؂

آٹھویں دلیل دنیا میں جس قدر چیزیں ہم کو نظر آتی ہیں اصل میں ان کی ذات ہم نہیں دیکھ سکتے۔ بلکہ صفات کو دیکھتے ہیں۔ مثلاً ہماری آنکھوں کے سامنے ایک درخت ہے۔ اور ہم اُسے دیکھ رہے ہیں تو اس کی ذات کو نہیں دیکھتے بلکہ کچھ صفتوں کو دیکھ رہے ہیں۔ مثلاً اس کا طول و عرض نظر آتا ہے۔ اور طول و عرض صفات میں سے ہے نہ کہ ذات سے۔ پھر اس کا رنگ دیکھتے ہیں۔ اور وہ صفت ہے نہ کہ ذات۔ پھر ہاتھ لگا کر اس کی سختی نرمی معلوم کرتے ہیں تو وہ بھی ذات نہیں بلکہ صفات ہیں پھر اس کا میوہ کھاتے ہیں تو اس کی ذات نہیں معلوم ہوتی۔ بلکہ مزا محسوس کرتے ہیں۔ اور یہ بات صاف ظاہر ہے کہ مزیدار ہونا میوہ کی ایک صفت ہے نہ کہ ذات۔ غرض جمادات نباتات حیوانات ان تمام قسموں میں سے ہم جب کوئی چیز دیکھتے ہیں تو اس کی ذات ہمیں نظر نہیں آتی۔ بلکہ صفات ہی صفات دیکھتے ہیں۔ طول عرض۔ رنگ سختی نرمی مزہ وغیرہ یہی باتیں ہم کو نظر آتی ہیں۔ اس لئے یہ مطالبہ کرنا کہ خدا کی ذات ہمیں دکھادو ایک بیہودہ مطالبہ ہے۔ کیونکہ ذات تو کسی چیز کی بھی نظر نہیں آتی۔ سب چیزوں کو ان کی صفات کے ذریعہ ہم پہچان سکتے ہیں اسی طرح ہم بھی خدا تعالیٰ کو اس کی صفات دیکھ کر تسلیم کرتے ہیں۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں رحمانیت ہو رہی ہے اور بہت سی چیزیں ہمیں بغیر ہماری محنت کے بے مانگے کے مل رہی ہیں۔ مثلاً سورج۔ چاند۔ ہوا۔ پانی وغیرہ یہ سب کچھ نعمتیں ہمیں بے محنت کے ملی ہیں۔ اور اسی کا نام رحمانیت ہے۔ سو جب ہم رحمانیت کی صفت دنیا میں دیکھتے ہیں تو اس کے موصوف کو بھی ماننا پڑے گا۔ کیونکہ کوئی صفت بغیر موصوف نہیں ہوتی۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ربوبیت ہو رہی ہے دیکھو جب ہم ماں کے پیٹ سے نکلے اس وقت ہمارے لئے دودھ مہیا کیا گیا۔ اور ہم نے ایک دو سال تک بڑے آرام سے زندگی بسر کی۔ پھر جب کہ ماں کی چھاتیوں میں دودھ نہ رہا اور اناج وغیرہ کے کھانے کی ضرورت پڑی تو ہمیں دانت دیئے گئے۔ تاکہ سخت چیزیں ہم چبا سکیں۔ سو جب ہم دنیا میں صفت ربوبیت کا مشاہدہ کر رہے ہیں تو اس کے موصوف کا کیوں انکار کریں۔

پھر صفت علم کو دیکھو۔ اس کا بھی قانون قدرت سے پتہ لگتا ہے مثلاً جب ایک مقام پر سورج بنایا تو اس بنانے والے کو باقی جگہوں کی بھی اطلاع تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اس سورج سے اتنے فاصلہ پر انسانی آنکھ ہے نہ تو سورج کو زیادہ قریب کیا کہ انسان کی آنکھیں چندھیا جاویں۔ اور وہ کچھ دیکھ نہ سکے۔ اور نہ اس قدر دور کہ وہ اندھا ہو جاوے۔ اور کھیتیاں بھی نہ پکیں غرض انسانی آنکھ اور سورج دونوں کے تعلقات سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں کا بنانے والا ایک ہے۔ اور سورج بناتے وقت اُسے آنکھ کا اور آنکھ بناتے وقت اُسے سورج کا علم تھا۔ پھر جب ہمارے کان بنائے۔ تو ادھر خوش آوازی بھی پیدا کی۔ اور جب ذائقہ کی قوت زبان میں ودیعت کی۔ تو میووں اور بہت سے کھانوں کو مزیدار بنایا۔ اسی طرح ناک میں قوت شامہ رکھی۔ تو ادھر بہت سی خوشبودار پھول بھی اس کے لئے پیدا کئے۔ غرض دنیا کی چیزیں آپس میں ایک گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ اور یہ بات علم پر دلالت کرتی ہے۔ اور علم بغیر عالم کے نہیں ہوتا۔ کیونکہ کوئی صفت بغیر کسی موصوف کے قائم نہیں ہوتی۔ سو اسی عالم کو ہم اپنی اصطلاح میں خدا کہتے ہیں ؂

نویں دلیل دنیا میں جس قدر چیزیں ہم کو نظر آتی ہیں۔ سب مرکّب ہیں۔ کوئی بھی مفرد نہیں۔ ہوا کو لو۔ وہ بھی مختلف گیسوں سے مرکّب ہے۔ پانی بھی مرکّب ہے۔ غرض دنیا مرکّبات کا مجموعہ ہے۔ ان مرکبات کا کوئی جوڑنے والا اور مرکب کرنے والا تسلیم کرنا پڑیگا۔ اور وہی خدا ہے لیکن اگر کہو کہ یہ خود بخود مرکب ہوئے ہیں۔ اور مرکب ہونا ان کی خاصیت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے۔ کیونکہ اگر مرکب ہونا ان کا خاصہ ہے۔ تو چاہیئے۔ کہ جب ہم ان چیزوں کو توڑ دیں۔ تب بھی وہ دوبارہ مرکب ہو جایا کریں۔ کیونکہ بقول تمہارے مرکب ہونا ان کا اپنا خاصہ ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ دیکھو جب ہم ایک درخت سے اُس کے پھل پھول پتے۔ شاخیں۔ ڈالیاں۔ تنے جُدا کر دیں۔ تو وہ پھر کبھی نہیں جڑتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جڑنا اور مرکب ہونا درخت کا اپنا خاصہ نہیں۔ ورنہ توڑنے کے بعد پھر دوبارہ جڑ جاتا۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ مرکب ہونا چیزوں کا اپنا خاصہ نہیں تو لامحالہ ایک مرکب کرنے والا ماننا پڑیگا یہ بات گھڑے سے خوب حل ہوتی ہے۔ گھڑا پہلے مٹی تھا لیکن ایک شخص نے اپنے ارادہ سے اس مٹی کو پانی سے مرکب کیا۔ پھر ایک خاص صورت بنائی۔ پھر اُسے آگ میں ڈالا۔ اور تب جا کر وہ گھڑا بنا۔ اب بتاؤ۔ کہ وہ گھڑا خود بخود بنا۔ یا اُسے کسی نے بنایا اگر کہو کہ خود بخود بنا تو ہم کہتے ہیں آؤ اسے تھوڑی دیر کے لئے توڑ دیں۔ پھر دیکھیں کہ آیا یہ دوبارہ ویسا بن جاتا ہے۔ ہرگز نہیں اس سے معلوم ہوا کہ گھڑے نے موجودہ صورت خود بخود اختیار نہیں کی۔ بلکہ اس کا کوئی بنانے والا ضرور موجود ہے اسی طرح دنیا کی تمام چیزیں مرکب اور ایک خاص صورت پر ہیں اگر کہو کہ وہ خود بخود اس ترکیب سے اور اس ہیئت پر ہیں تو یہ تو صریحاً غلط ہے۔ ان کو توڑ کر دیکھ لو۔ دوبارہ کبھی خود بخود نہ بن سکیں گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کا ترکیب دینے والا کوئی اور وجود ہے ؂

دسویں دلیل سورج روشنی دیتا ہے۔ کھیتیاں پکاتا ہے ہمیں گرمی پہنچاتا ہے۔ گندے اجرام

ہلاک کرتا ہے۔ جاندرات کی مشعل ہے۔ میوے پکاتا ہے۔ مدّ و جزر پیدا کرتا ہے۔ پانی ہماری پیاس بُجھاتا ہے۔ ہمارے اور بہت سے کاموں میں کار آمد ہے۔ غرض دنیا میں بہت سی چیزیں انسان کو فائدہ پہنچاتی ہیں۔ ان کے متعلق تین ہی صورتیں عقل میں آسکتی ہیں یا تو کہا جاوے کہ یہ سب اتفاقی ہوتی ہیں۔ لیکن یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ اتفاقیہ وہی بات ہوتی ہے جو کبھی ہو اور کبھی نہ ہو۔ لیکن سُورج کا چڑھنا اتفاقیہ نہیں۔ ہر روز چڑھتا ہے اور وقت معین پر غروب ہوتا ہے۔ اور جب سے دنیا بنی۔ اور انسانی تاریخ گواہی دیتی ہے یہی ہوتا چلا آیا کہ وقت مقررہ پر سُورج نکلا۔ اور مقررہ پر ہی غروب ہُوا۔ گرمی ہو۔ سردی ہو۔ برسات ہو۔ بہار ہو خزاں۔ ہمیشہ طلوع ہُوا۔ اور ہمیں روشنی بخشی۔ ہماری کھیتیاں پکائیں۔ اسی طرح چاند کا بھی یہی حال ہے۔ پانی کو لو وہ بھی ایسا ہی پایا جاتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ سُورج کا چڑھنا چاند کا طلوع ہونا۔ پانی کا پیاس بُجھانا اتفاقیہ نہیں کیونکہ اتفاقیہ اسے کہتے ہیں۔ جو کبھی ہو اور کبھی نہ ہو۔ کیا کبھی وہ لڑکا جو روز مدرسہ میں حاضر ہوتا ہے۔ وہ کبھی کہہ سکتا ہے کہ میں مدرسہ میں اتفاقیہ جایا کرتا ہوں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ یہ باتیں اتفاقیہ نہیں ہوتیں بلکہ سُورج چاند پانی اپنے ارادہ اور مرضی سے ایسا کرتے ہوں۔ مثلاً سُورج خود مہربانی سے انسانوں پر رحم کرنے کے لئے دن کو نکلتا اور رات کو غروب ہوتا ہو اور ہمارے آرام کے لئے وہ اناج۔ غلے پکاتا ہو۔ اور چاند بھی اپنی مرضی سے نکلتا اور چھپتا ہو۔ اور پانی بھی جان بوجھ کر اپنی مرضی سے ہماری پیاس بجھاتا ہو۔ سو اس صورت میں چاہیئے کہ دہریئے بجائے ایک خدا ماننے کے بہت سے خداؤں کا اقرار کریں۔ سُورج کا بھی شکریہ ادا کریں اور اس کی عبادت کریں اور اس کے حضور عرض کریں کہ اے ہمیں روشنی کرنے والے ہمیں اناج اور غلے دینے والے تو ہم سے خوش رہ۔ اور کبھی ہم سے ناراض نہ ہونا۔ کیونکہ اگر تو ناراض ہُوا۔ تو ہم کہیں کے نہ رہینگے۔ اسی طرح چاند کی بھی پرستش کریں۔ اور پانی کو بھی پوجیں۔ کیونکہ جب یہ چیزیں اپنے ارادہ اور اپنی مرضی سے ایسا کرتی ہیں تو ہو سکتا ہے کہ ایک دن ایسا کرنا چھوڑ دیں۔ کیونکہ نہ تو یہ ہوئیں کسی کی قید میں تو وہ نہیں ہیں۔ دیکھو جو شخص ایک کام اپنے ارادہ سے اور اپنی مرضی اور خوشی سے کرتا ہے۔ وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ وہ ایک وقت میں اُسے چھوڑ دے۔ اسلئے چاہیئے کہ دہریہ لوگ سورج چاند اور پانی ہوا وغیرہ کی عبادت کریں۔ ان کو پُوجیں۔ ان سے دعا وغیرہ کریں۔ کیونکہ وہ اپنی مرضی اور خوشی سے ایسا کرتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ناراض ہو کر ہمیں تباہ کر دیں۔ غرض اگر یہ مانا جاوے کہ سُورج اور چاند وغیرہ کے فوائد اور منافع اتفاقیہ نہیں بلکہ وہ اپنی خوشی اور ارادہ سے ایسا کرتے ہیں۔ تو پھر تو بجائے ایک خدا کے بہت سے وجود قابل عبادت ہو گئے۔ چنانچہ اسی لئے بعض قومیں کواکب پرست اور شمس و قمر پرست ہیں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ نہ یہ تمام باتیں اتفاقیہ ہیں اور نہ سُورج چاند وغیرہ اپنی مرضی اور خوشی سے چڑھتے اور غروب ہوتے ہیں۔ بلکہ کوئی ان پر حکمران ہے۔ جس کے قبضۂ قدرت میں یہ سب چیزیں ہیں۔ جس کے حکم سے چڑھتے اور غروب ہوتے ہیں۔ اس تیسری صورت کو تسلیم کرتے ہوئے ہم کہیں گے کہ بس اسی متصرف کو ہم خدا کہتے ہیں۔ اور یہی اسکے وجود کی دلیل ہے۔ غرض دنیا کے کارخانہ اور اس کے نظام کے متعلق تین ہی صورتیں ہیں یا تو کہا جاوے کہ یہ سب کام اتفاقیہ ہیں تو اعتراض ہوتا ہے کہ اتفاقیہ نہیں۔ کیونکہ ایک بے نظیر باقاعدگی پائی جاتی ہے۔ اور اتفاقیہ کام تو وہ ہوتا ہے جو کبھی ہُوا اور کبھی نہ ہُوا۔ دوسری صورت یہ ہے۔ کہ ہوا پانی۔ سورج۔ چاند سب اپنی مرضی سے کام کرتے ہیں تو یہ بھی دہریہ نہیں مانتے۔ اور اگر مانیں تو پھر دہریہ نہیں رہتے کیونکہ ایک خدا چھوڑ انہیں بہت سے خدا ماننے پڑینگے۔ اور ان سب چیزوں کی پرستش کرنی پڑے گی۔ اور ان سب کا شکریہ ادا کرنا پڑے گا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ یہ سب چیزیں اپنی مرضی سے کام نہیں کرتیں بلکہ کسی کے حکم سے۔ تو پھر بھی دہریوں کا مذہب باطل ہو گیا۔ کیونکہ اسی حاکم کو ہم خدا کہتے ہیں ؎

گیارھویں ۱۱ دلیل

دنیا کے وجود کے متعلق دو باتیں ہو سکتی یا تو یہ کہ وہ خود بنی ہے دوسرے یہ کہ اسے کسی نے بنایا ہے۔ اگر کہو کہ خود بخود بنی ہے تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ عدم سے وجود میں آنا ایک فعل ہے اور فعل بغیر فاعل کے نہیں ہوتا۔ اور فاعل ہمیشہ اپنے فعل سے پہلے موجود ہوتا ہے۔ سو اگر اس عدم سے وجود میں آنے کا فاعل خود دنیا ہے تو اس کے یہ معنے ہوئے۔ دُنیا اپنے خود بخود بننے سے پہلے بھی موجود تھی۔ کیونکہ خود بخود بن جانا ایک فعل ہے۔ اور دنیا اس کی فاعل۔ اور فاعل فعل سے پہلے موجود ہوتا ہے۔ اس لئے نتیجہ یہی نکلیگا کہ دنیا اپنے پیدا ہونے سے پہلے بھی موجود تھی حالانکہ یہ بات ایسی بیہودہ ہے کہ ایک بچہ بھی جانتا ہے کہ کوئی چیز اپنے پیدا ہونے اور بننے سے پہلے نہیں ہوتی۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں رد کرتا ہُوا فرماتا ہے۔ ام ھم الخالقون۔ خیر یہ بات تو اس طرح بالکل باطل ہوئی۔ اب دوسری بات تو یعنی یہ کہ دنیا خود بخود نہیں بنی بلکہ اس کا بنانے والا کوئی ایک وجود ہے سو یہ بات واقعہ میں درست ہے۔ اور اس بنانے والے کو ہم خدا کہتے ہیں ؎

بارھویں ۱۲ دلیل

دہریوں کا یہ دعوے کرنا کہ ہم خود بخود دنیا میں پیدا ہوئے یہ غلط ہے۔ کیونکہ خود بخود پیدا ہونا ایک ترجیح ہے۔ یعنی نیست پر ہست کو ترجیح دیگئی اور ترجیح بلا مرجح ہوتی نہیں ضرور کوئی مرجح ماننا پڑے گا۔ اگر دہریہ کہیں کہ خود مرجح ہیں تو یہ غلط ہے کیونکہ مرجح ترجیح سے پہلے ہوتا ہے۔ اور ہم اپنے عدم سے وجود میں آنے سے پہلے موجود نہ تھے۔ کیونکہ اگر ہم عدم سے وجود میں آنے سے پہلے بھی موجود تھے تو عدم سے وجود میں آنا کیسا۔ غرض ہم مرجح نہیں ہو سکتے۔ اور جب ہم نہ ہوئے۔ تو کوئی اور ہو گا۔ بس اسی کو ہم خدا کہتے ہیں ؎

(باقی آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

ظہور المہدی

جسمیں احمدی مذہب کا امنت باللہ سے لے کر الیوم الآخر تک مکمل بیان ہے۔ اور تمام دعاوی مسیح موعود کا قرآن و حدیث سے ثبوت دیا گیا ہے۔ اور احمدی تصنیفات کا خلاصہ اس میں موجود ہے۔ ۳۵۲ صفحے حجم۔ آجکل قیمت بجائے دو روپیہ کے سوا روپیہ ہے (عہ) ایک دو پیہ پہلے اشتہار میں غلطی سے لکھی گئی تھی ؎

(مینجر الفضل قادیان)

حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت اور دیگر مجددین اُمت

اس وقت بعض احمدیوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود انہیں معنوں میں نبی ہیں جن معنوں کے لحاظ سے ہم اس امت کے اور مجددین کو بھی نبی کہہ سکتے ہیں۔ میں اس خیال کی تردید کیلئے مفصل بحث سے قطع نظر کرتا ہوا صرف ایک نکتہ خیال کی طرف احباب کو توجہ دلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جب حضرت مسیح موعود نے وفات مسیح کا عقیدہ شایع کیا تو علماء نے بڑی مخالفت کی اور اس عقیدہ کو قرآن و حدیث کے خلاف قرار دیا اس پر حضرت اقدس نے قرآن و حدیث سے وہ دلایل تحریر فرمائے جن سے وفات مسیح پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی شایع فرمایا کہ میں اس عقیدہ میں منفرد نہیں بلکہ امام مالک بھی میرے مؤید ہیں اور حیات عیسیٰ کہکر میرے قول کی تصدیق کرتے ہیں۔ پھر فتوحات مکیہ کے حوالے سے آپنے ثابت کیا کہ ابن عربی شیخ اکبر بھی اس بات کا معتقد ہے اور امام بخاری صاحب اور ابن عباس بھی میرے ہمخیال ہیں اور رسول کریم کی وفات کے بعد تمام صحابہ رضہ بھی اسی بات پر اجماع کرتے ہیں۔ اتنے حوالے آپنے کیوں دیئے۔ صرف اسی لئے کہ اگر اس عقیدہ کی وجہ سے مجھے خارج از اسلام کہتے ہو تو بتاؤ ان بزرگوں اور صحابہ کو کیا کہو گے۔ پھر اس کے بعد آپنے لوگوں کے سامنے دعوی مجددیت پیش کیا۔ اور شایع کیا کہ میں اس صدی کا مجدد ہوں اس دعوی پر بھی بہت سے لوگ بھڑکے اور آپ کو سب وشتم سے یاد کیا جس پر آپنے ان کا رد اس طرح پر کیا کہ اگر میں مجدد نہیں تو بتاؤ صدی کا سر آگیا اور کون ہے جس نے اس صدی میں دعوی مجددیت کیا ہو۔ پھر آپنے اِنّ اللّٰہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ راس کل مأۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا والی حدیث پیش کر کے استدلال کیا کہ اس صدی کے سر پر بھی مجدد کا آنا ضروری ہے ورنہ رسول صلعم کی ... تکذیب ہوتی ہے۔ پھر اس کے بعد آپنے ان مجددین کا ذکر کیا جو آپ سے پہلے گذر چکے ہیں اور لوگوں کو بتایا کہ میرا یہ دعوی کوئی انوکھا دعوی نہیں پہلے بھی بہت سے صلحاء اس منصب کے مدعی گذر چکے ہیں چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی مجدد الف ثانی صاحب سرہندی۔ سید احمد صاحب بریلوی وغیرہ وغیرہ اگر مجددیت کے دعوی کی وجہ سے مجھے کافر کہتے ہو تو شاہ صاحب اور مجدد صاحب اور سید صاحب کو کیا کہو گے پھر جب وہ زمانہ آیا جب آپ کو اللہ تعالے نے منصب نبوت پر کھڑا کیا اور بارش کیطرح متواتر وحی میں آپکا نام نبی رکھا گیا تب مخالفین نے آگے سے زیادہ شور و غوغا بلند کیا اور کفر کے فتووں کا طومار لگ گیا مگر حضرت اقدس نے تحمل کیا اور اولوالعزم رنگ میں ان کے جوش و خروش کی قطعاً پرواہ نہ کرتے ہوئے اس مسئلہ کو توضیح کیساتھ پبلک کے سامنے پیش کیا اور آپنے انہیں کہا کہ خاتم النبیین کا لفظ جس سے تم نبوت کا دروازہ بند کرتے ہو۔ وہ تمہارا نہیں بلکہ میری تائید کر رہا ہے اور ختم نبوت ہی تو ہمیں بتا رہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے نبیوں کے آنے کا امکان ہے۔ سو آپنے فرمایا کہ اگر آپ کے بعد نبی کا آنا ناممکن ہے تو مسلم کی صحیح حدیث کو کیا کہو گے۔ جس میں میرے متعلق صاف لکھا ہے کہ آنیوالا عیسیٰ نبی ہوگا۔ پھر آپنے انہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان یاد دلائی اور فرمایا کہ موسیٰ کی امت میں تو یہ فیضان جاری ہو اور محمد رسول کی امت ایسی بدنصیب کہ اس میں ایک بھی شخص اس منصب پر کھڑا نہ کیا جاوے۔ پھر آپنے انہیں سلسلہ موسویہ و محمدیہ کی مشابہت کی طرف توجہ دلائی اور کہا کہ جسطرح مثیل موسیٰ موسیٰ کے رنگ پر بلکہ اس سے بڑھکر ہے اسی طرح مثیل عیسیٰ عیسوی رنگ میں بلکہ بڑھ چڑھ کر آنا چاہیئے۔ غرض آپنے ختم نبوت پر بحث کی مسلم کی حدیث کیطرف توجہ دلائی۔ سلسلہ کی مشابہت کو پیش کیا۔ لیکن یہ کبھی پیش نہیں کیا کہ دعوئ نبوت سے مجھے کیوں برا کہتے ہو فلاں بزرگ نے بھی دعوی کیا تھا اور فلاں ولی اللہ بھی نبی ہو کر آئے تھے اسکی وجہ صرف یہی ہے کہ تیرہ سو برس میں آپکے سوا کوئی شخص مجدد یا غیر مجدد اس منصب پر کھڑا نہیں کیا گیا آپ اپنے ڈیفنس میں فوراً ان کی مثال پیش کرتے۔ لیکن چونکہ آپ نے کوئی ایک مثال بھی نہیں دی اس سے معلوم ہوا کہ حضرت اقدس کا یہی مذہب تھا کہ آپ سے پہلے کوئی شخص نبی نہیں ہوا۔ دیکھو وفات مسیح کے مسئلہ کو آپنے ذرا ان لوگوں کے نام گنوائے ہیں جو اس مسئلہ کے متعلق تھے۔ اور مجددیت کی بحث پر آپنے علاوہ اور دلایل کے ان لوگوں کی فہرست پیش کی جنہوں نے اس امت میں دعوی مجددیت کیا۔ لیکن نبوت جیسے عظیم الشان مسئلہ پر ایک شخص کا بھی نام نہیں لیا کہ دیکھو مجھ سے پہلے اس شخص نے یہ دعوی کیا۔ اگر ان غلط خیال لوگوں کے خیال کے مطابق واقعہ میں اس امت کے مجدد نبی ہوتے اور حضرت اقدس کی نبوت بھی ان مجددوں کی سی نبوت ہوتی تو حضرت اقدس مخالفین کے اعتراض کے جواب میں ضرور ان کا نام لیتے اور فرماتے کہ نبوت کے دعوی کرنے کی وجہ سے تم لوگ مجھے کیوں کافر کہتے ہو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اس امت کے تمام مجددین نبی ہوئے اور فلاں فلاں شخص نے نبوت کا دعوی کیا ہے۔ اور پھر آپ ان مجددوں کی کتابوں سے ثابت کرتے کہ انہوں نے دعوئ نبوت کیا۔ اس طرح پر فوراً مخالفین کا منہ بند ہو جاتا۔ اور ان پر حجت پوری کرنے کا ایک نہایت آسان ذریعہ تھا۔ لیکن آپنے ایسا نہیں کیا اور یقیناً نہیں کیا۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ آپ سے پہلے مجدد نبی نہیں تھے اور نہ انہوں نے دعوی نبوت کیا۔ نہ ان کے متعلق رسول صلعم کی پیش گوئی ہے اور نہ مسیح موعود ہی نے فرمایا کہ وہ نبی تھے۔ غرض وفات مسیح اور مسئلہ مجددیت کے متعلق سلف صالحین کی مثالیں پیش کرنا اور دعوے نبوت کے متعلق باوجود اعتراضوں اور سب و شتم اور کفر کے فتووں کے ایک مثال بھی پیش نہ کرنا اس بات کا ایک زبردست ثبوت ہے کہ مسیح موعود کے اعتقاد میں تیرہ سو برس میں آپ سے پہلے کوئی مجدد یا غیر مجدد نبوت کے منصب پر کھڑا نہیں ہوا اور نہ الہام الہی میں کسی مجدد کو خدا تعالے نے نبی کہکر پکارا ہے۔

ضروری اطلاع

جن خریداروں کا چندہ ماہ فروری میں ختم ہوتا ہے انکے نام وی پی آسکتے ہیں براہ مہربانی وصول فرما کر مشکور فرمادیں نیز خط و کتابت کرتے وقت اپنی نمبر (خریداری) کا حوالہ ضرور دیں ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

(مینیجر)

Digtized by Khilafat Library

مناظرہ پیغام کا انجام

ناظرین الفضل منتظر ہوں گے کہ مناظرہ کا چیلنج جو خواجہ صاحب کی طرف سے کسی نامہ نگار نے زمیندار میں چھپوایا تھا۔ اس کا انجام کیا ہوا۔ سو واضح ہو کہ ۱۳۔ جنوری کے زمیندار میں یہ فقرہ چھپا تھا۔

"امر متنازعہ فیہا میں قرآن و حدیث و تحریرات جناب مرزا صاحب مرحوم کی بنا پر اپنے ساتھ فیصلہ کرنے کی دعوت کی"۔

اس کے معنے سوا اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ خواجہ صاحب نے ہمیں مناظرہ کا چیلنج دیا۔ پیغام اس کے جواب میں لکھتا ہے۔

"حضرت خواجہ صاحب ممدوح یا کسی اور بزرگ قوم نے کہیں بھی کسی تحریر یا تقریر میں صاحبزادہ صاحب یا آپ کے کسی مرید کو کبھی مناظرہ کا چیلنج نہیں دیا"۔

مگر اس سے اصل بات پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ نہ تو یہ کہا جاتا ہے کہ اس فقرہ سے مراد چیلنج نہ تھا۔ اور نہ صاف لفظوں میں اقرار کیا جاتا ہے کہ نامہ نگار نے جھوٹ لکھا۔ اور زمیندار نے جھوٹ چھاپا۔ اور جب تک ان دو باتوں سے ایک بات تسلیم نہ کی جائیگی ہمارا مطالبہ قائم ہے۔

اس جواب کے ساتھ پیغام نے یہ بھی لکھ دیا کہ مباحثہ صرف مولوی محمد علی سے ہونا چاہیئے (۲) فریقین اپنے اپنے عقائد مناظرہ سے پہلے شائع کر دیں۔ ہم نے الفضل میں جواب دیا کہ (۱) پہلے مولوی محمد علی صاحب اپنی وہ پوزیشن بنالیں جو حضرت صاحبزادہ کی ہے۔ اگر نہ بنا سکیں تو بھی انہیں مایوس نہیں کیا جائے گا۔ (۲) عقائد اگر مخفی ہیں تو بحث کس بات کی ہے؟ بہر حال اگر ان کا شائع کرنا ضروری ہے تو ہم شائع کر دینگے۔ بشرطیکہ مولوی محمد علی کو قادیان آکر مناظرہ کرنا منظور ہو۔ اور وہ چیلنج بھی دیں۔ (دیکھو الفضل ۲۸ جنوری) کیونکہ ہمارا پہلو ابتدا سے دفاعی رہا ہے۔ اور ہم نے جب کوئی تحریر شائع کی۔ تو مدافعت کے رنگ میں۔

اس کے جواب میں تازہ پیغام بہت سی گالیوں سے بھرا ہوا آیا ہے جس میں اصل بحث پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ ایسی گالیاں تو وہ پہلے بھی بہت دیا کرتا ہے۔ بہر حال تین امور جو اس نے پیش کئے۔ وہ یہ ہیں:۔

(۱) کیا حضرت مسیح موعود نے عبد اللہ آتھم۔ محمد حسین بٹالوی سے بحثیں اور مناظرات نہیں کئے (۲) صاحبزادہ صاحب لاہور میں آکر بحث کریں۔ غیر احمدیوں کو بھی مدعو کیا جائیگا۔ (۳) عقائد ضرور شائع ہونے چاہئیں۔

بہت اچھا جب پیغام یہ مانتا ہے کہ مولوی محمد علی کی حضرت صاحبزادہ کے مقابل میں وہی پوزیشن ہے۔ جو مولوی محمد حسین بٹالوی یا مسٹر عبد اللہ آتھم کی حضرت مسیح موعود کے مقابل میں تھی تو ہم مولوی محمد علی کو مجبور نہیں کرتے کہ وہ اپنے جرگہ کی قائمقامی کی سند حاصل کریں۔ امر دوم کی نسبت عرض ہے کہ ہم نے لاہور مباحثہ ہونے کی صورت میں صاف لکھ دیا تھا (دیکھو الفضل ۱۴۔ جنوری) کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کا مقرر کردہ مناظر وہاں پہنچیگا۔ مگر سب سے بڑی اور مقدم بات تو یہ ہے کہ پیغام والوں کی طرف سے چیلنج بھی ہو۔ مگر اسی پیغام میں لکھا ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب کو یہ لکھ دینے کی ضرورت نہیں کہ میں صاحبزادہ صاحب کو چیلنج دیتا ہوں۔ ہماری طرف سے کوئی چیلنج کسی کو نہیں دیا گیا۔

تو جب چیلنج ہی کوئی نہیں نہ خواجہ صاحب کی طرف سے نہ مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے تو پھر مباحثہ کس سے ہو۔ ہم تو صرف چیلنج کو منظور کرنے والے ہیں۔ اگر خواجہ صاحب یا مولوی محمد علی صاحب میں جرأت ہے تو وہ چیلنج دیں ہم منظور کرتے ہیں۔ لیکن جب ان دونوں کی طرف سے کوئی درخواست مباحثہ ہی نہیں تو پھر یہ مناظرہ ہوگا کس سے۔ لاہور آکر بحث کرنے یا اس قسم کی اور بہت سی شرائط جو ہیں وہ سب پہلے طے ہو سکتی ہیں مگر اول ان کی طرف سے درخواست ہو۔ جب درخواست ہی سے انکار ہے تو صرف چیلنج منظور چیلنج منظور کی چیخ پکار سے کیا فائدہ۔ زمیندار کے فقرہ میں چیلنج کا ذکر نہیں تو ہم نے کونسا چیلنج دیا۔ ہم نے تو جس چیلنج کو منظور کیا۔ اس درخواست چیلنج ہی سے انکار ہے۔ بلکہ مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے بھی انکار شائع کیا گیا ہے۔ باقی رہے عقائد سو وہ تو "القول الفصل" میں شائع ہو چکے ہیں۔ ملاحظہ ہوں

اصلی ممیرا اور ممیرے کا سرمہ

اصلی ممیرا اور ممیرے کے سرمہ کا اعلان عرصہ دراز سے شائع ہو رہا ہے اس اثناء میں بہت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نور الدین صاحب کا بتایا ہوا ہے۔ آپ نے اس سرمہ کے متعلق فرمایا کہ "برائے امراض چشم بسیار مفید است"۔ یہ سرمہ دھند جالا۔ پڑوال۔ سبل اور سرخی اور ابتدائی موتیا بند اور دیگر امراض چشم کے لئے بسیار مفید ہے۔ قیمت قسم اول فی تولہ عہ۔ قسم دوم ۸؍۔ قسم سوم صہ اصلی ممیرا جس کی بابت عہ روپیہ فی تولہ۔ ترکیب استعمال۔ ممیرا پتھر پر رگڑ کر یا سرمہ کی طرح باریک پیسکر آنکھوں میں ڈالا جاوے۔ یہ سرمہ خاص کر جن کی آنکھیں گرمی کے موسم میں دکھتی ہوں۔ انکے لئے بہت مفید اور مجرب ہے۔

ست سلاجیت ۔ محیط اعظم سے نقل کیا گیا۔ جس کی عبارت یہ ہے۔ "مقوی جمیع اعضاء۔ نافع صرع۔ مشتہی طعام۔ قاطع بلغم و ریاح۔ دافع بواسیر و جذام و استسقاء و زردی رنگ و تنگی نفس و دق و نخوخیت۔ فساد بلغم۔ کرم شکم۔ مفتت سنگ گردہ و مثانہ و سلسل البول و سیلان منی و یبوست درد مفاصل وغیرہ وغیرہ کیلئے بہت مفید ہے۔ بقدر دانہ نخود صبح کے وقت ہمراہ شیر گاؤ استعمال کریں۔ قیمت قسم اول عہ فی تولہ قسم دوم ۸؍۔

لنگیاں اور کلاہ ۔ ہر قسم کی لنگیاں شہدی اور پشاوری بادامی۔ سیاہ اور سفید۔ ماشی اور ریشمی۔ سوتی۔ لٹری۔ صافے سفید اور بادامی اور پشاوری ٹوپیاں ہر قسم کی اور ہر قیمت کی مل سکتی ہیں ؞

المشتہر۔ احمد نور۔ کابلی مہاجر۔ سوداگر قادیان (گورداسپور)

القول الفصل

حضرت خلیفہ ثانی نے خواجہ صاحب کے رسالہ "اندرونی اختلافات سلسلہ کے اسباب" کا جواب خود اپنے قلم سے لکھا ہے۔ ۸۰ صفحہ حجم مفت منگوائیے۔ درخواست بنام سکرٹری ترقی اسلام قادیان اگر محصولڈاک آدھ آنہ رسالہ کے حساب سے بھجوایا جائے تو بہتر۔ ضرورت زائد کوئی صاحب نہ منگوائیں۔

ضروری اطلاع ۔ ایک صاحب مولوی عطاء اللہ صاحب نے بر موقعہ جلسہ ۳ روپیہ پیشگی اخبار دئے تھے۔ اور انہوں نے اپنا پتہ کوٹ حاجی بابا ڈاکخانہ دکھنور ضلع پشاور لکھوایا تھا۔ دفتر سے انکو اخبار جاتا رہا لیکن واپس آجاتا رہا۔ اب امانت میں ہے۔ اگر کسی احباب کو ان کا پتہ معلوم ہو تو تحریر فرما دیں